ذکرِ رفتگاں:

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

بروفات حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

محمد عفان منصور پوری خادم جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ

محدث دوراں، اپنے فن کے امام، عالم بے بدل اور صحیح معنوں میں فنافی العلم حضرت اَقدس شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نوراللہ مرقدہٗ و برداللہ مضجعہ نظام قدرت کے مطابق ہزار ہا ہزار تشنگانِ علوم کو اپنے چشمۂ فیاض سے سیراب کرنے کے بعد ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل اپنے رب سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں شریک علماء وعوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حضرت شیخ کے مقبول عنداللہ وعندالناس ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ ماضی قریب میں حضرت فدائے ملت علیہ الرحمہ کے بعد سب سے زیادہ مجمع شیخ کے جنازے میں ہی دیکھنے کو ملا۔

واقعہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کو رضاء الٰہی کے حصول کی خاطر تج دیتا ہے پروردگار بھی اس کو ایسا چمکاتا ہے کہ دنیا رشک کرتی رہ جاتی ہے۔ آپ نے تحصیل علم اور پھر تبلیغ وتشریح دین کے لیے اپنے آپ کو ایسا وقف کیا کہ پھر دوسری چیزوں کی طرف مڑکر بھی نہ دیکھا، جب بھی آپ کے حجرے میں جانے کا اتفاق ہوا مطالعہ میں منہمک، کتابوں پر جھکے ہوئے، کچھ لکھتے ہوئے، لکھاتے ہوئے یا علمی گفتگو کرتے ہوئے پایا۔ زبان حال سے آپ یہی کہتے رہے:

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا ❖ مریں گے ہم کتابوں میں ورق ہوگا کفن اپنا

خلاقِ عالم نے آپ کو ایک ایسی پُرکشش، بارعب اور جاذبِ نظر شخصیت کا حامل بنایا تھا کہ جو دیکھے دیکھتا ہی رہ جائے، شناسا اور جان پہچان کے لوگ تو مرعوب اور متأثر ہوتے ہی تھے، اَنجان لوگوں کی نگاہ بھی جب چہرہ پر پڑتی تو ایک دوسرے کی جانب سوالیہ نگاہ ڈالتے اور معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ ذات والاصفات کون ہیں؟ زیارت وملاقات کرکے دعا لینا اپنے لیے سعادت تصور کرتے۔

علمی قابلیت، تدریسی لیاقت، تحقیقی صلاحیت اور عملی مقبولیت آپ کی مسلم تھی، مزاجاً اگرچہ بالکل نرالے، بہت نازک اور صاف گو واقع ہوئے تھے، جو محسوس کرتے اُس کو فوراً بغرضِ اصلاح زبان پر لے آتے، چاہے

مخاطب کو اچھا لگے یا برا؛ لیکن اُن کا یہی انداز دوسروں سے ممتاز کرنے والا اور لوگوں کی گرویدگی کا سبب بن جاتا تھا۔

طالب علمی کے زمانے ہی سے حضرت شیخ کی خدمت میں گاہے بگاہے حاضری ہوتی رہتی، حد درجہ تعلق کا معاملہ فرماتے، بڑی بشاشت کے ساتھ گفتگو فرماتے، تنبیہ بھی کرتے اور نصیحتیں بھی فرماتے، ایک مرتبہ فرمایا: ''مطالعہ بڑی گہرائی و گیرائی کے ساتھ کیا کرو سرسری اور کام چلاؤ مطالعہ کا مزاج مت بناؤ ورنہ سہل پسندی کے عادی بن جاؤ گے۔''

ایک مرتبہ حاضری ہوئی معمول کے مطابق مطالعہ میں مشغول تھے، احقر سلام کر کے بیٹھ گیا، آپ نے ہلکے سے جواب دیا اور سر نیچے کیئے کیئے پوچھا کون؟ میں نے کہا: ''عفان'' کچھ دیر بعد سر اُٹھایا اور بہت تڑک کر بولے ''چل بد بودار کہیں کے'' کس نے تیرا یہ نام رکھا ہے۔ احقر سہم گیا اور عرض کیا حضرت! نام میں کیا خرابی ہے؟ فرمایا: ''جا! دیکھ لغت میں ''عفن'' مادہ کے کیا معنی ہیں؟ احقر نے عرض کیا: ''حضرت عفان میں تو ''الف نون'' زائد ہے، مادہ کا نہیں ہے۔ اس کا مادہ تو ''عفّ'' ہے جس کے معنی ''پاک دامنی'' کے ہیں۔ یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا ''اپنا نام صحیح کرنے کے لیے جس کو چاہو زائد مان لو''، پھر فرمایا: ''تیری تحقیق صحیح ہے میں تو دیکھ رہا تھا کہ تو اپنے نام کی حقیقت سے بھی واقف ہے یا نہیں''۔

۱۹۹۹ء میں ختم مسلسلات کے موقع پر مظاہر علوم جانا ہوا اور حضرت کے درس میں شرکت کا موقع ملا، احقر کی خوش نصیبی اور حضرت کی توجہ کہ شروع ہی میں فرمایا: ''چل عفان؛ تیز پڑھ'' پھر تو مسلسلات کا معتد بہ حصہ پڑھنے کا موقع ملا۔

اگلے سال پھر ملاقات ہوئی، فرمایا کہ اِس سال تو مسلسلات میں نہیں آیا، احقر نے عرض کیا: ''حضرت میں تو پچھلے سال پڑھ چکا'' تو خاموش ہو گئے۔ حضرت کے اس سوال کی وجہ سے آئندہ سال پھر ختم میں شرکت کے لیے حاضری ہوئی، تو غایت شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر عبارت خوانی کا حکم فرمایا۔

مدینہ منورہ میں ایک موقع پر حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ساتھ کھانا کھایا، دیر تک بیٹھنا ہوا، چلتے وقت والد صاحب کو مخاطب کر کے احقر کے سلسلے میں فرمانے لگے ''اس احمق سے کہا تھا کہ ایک سال میرے پاس رہ لے، اس نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔''

کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مسجد نبوی کے قدیم حصہ میں حضرت کے ساتھ نماز مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ فرض سے فارغ ہونے کے بعد سنتوں میں قراءت طویل ہوگئی، سلام پھیرنے کے بعد حضرت شیخ نے پوچھا: ''اتنی دیر تک سنتوں میں تم نے کیا پڑھا؟'' میں نے عرض کیا: ''حضرت بالترتیب قرآن کی تلاوت کی۔''

فرمایا: ''سنتیں مختصر پڑھا کرو، فجر و مغرب کی سنتوں میں سورۂ کافرون، اور سورۂ اخلاص یا اس کے بقدر تلاوت بہتر ہے اور یہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول رہا ہے۔ ہاں! نوافل میں جتنی قراءت کرنا چاہو کرو کوئی تحدید نہیں ہے۔

تین سال پہلے کی بات ہے مسجد نبوی میں حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا: ''عشاء کے بعد میرے کمرے پہ آنا'' احقر نے پوچھا: ''حضرت کہاں قیام ہے؟'' آپ کے خادم مولانا یونس صاحب گجراتی نے پتہ بتادیا ''باب مجیدی'' کے سامنے ''بن لادن'' کی عمارت میں حضرت کا قیام تھا، احقر عشاء کے بعد قیام گاہ پہنچ گیا، بہت سے لوگ موجود تھے، کچھ عرب علماء بھی تھے جن سے حضرت بات چیت کررہے تھے، کچھ دیر میں وہ لوگ چلے گئے تو کھانے کے لیے دسترخوان لگایا گیا، اپنے قریب بٹھا کر کھلایا، بڑی خاطر مدارات کی، خدام لقمہ بنابنا کر آپ کے منہ میں ڈال رہے تھے جو چیز پسند آتی فرماتے: ''اِس کی پلیٹ میں بھی نکالو'' کھانے کے بعد دیر تک روکے رکھا۔ احقر نے ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو فرمایا: ''کیا جلدی پڑی ہے، چلے جانا'' حضرت مدنی علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگانِ دین اور اپنے ابتدائی اَساتذہ کے واقعات واَحوال سناتے رہے۔ جب نیند کا غلبہ ہونے لگا تو جانے کی اجازت دی۔ چلتے وقت بہت شاندار عطر کی بڑی شیشی اور کئی عربی کتب عنایت فرمائیں اور بڑی محبت سے ارشاد فرمایا ''روز آجایا کر''۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ سے عقیدت

بہت کم ایسا ہوا کہ شیخ کی خدمت میں جانا ہوا ہو اور آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا تذکرہ دیر تک بڑی والہانہ عقیدت کے ساتھ نہ کیا ہو۔

بارہا یہ فرمایا کہ سب سے پہلے جس شخصیت کی عظمت و بزرگی کی دھاک میرے دل پر بیٹھی وہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی شخصیت تھی۔ اپنے بچپن کے واقعات سنایا کرتے تھے کہ ہمارے علاقہ میں جب ایک مرتبہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ تشریف لائے تو پورا گاؤں اور آس پاس کا علاقہ حضرت کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑا، بڑا مجمع بیعت ہوا اور لوگوں کی گرویدگی اور فدائیت قابل دید تھی، مرد تو مرد عورتیں اور بچے بھی مسرور اور نئے کپڑوں میں ملبوس دکھائی دے رہے تھے، مانو عید کا سا سماں تھا، علاقہ کے لوگوں میں کسی شخصیت کی آمد پر یہ جوش وخروش ووارفتگی میں نے شعور سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ دیکھی تھی، اسی دن سے حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی عظمت کا سکہ ایسا بیٹھا کہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ ان واقعات کو ایسی محبت اور عقیدت کے ساتھ ذکر فرماتے کہ بارہا آواز بھرّا جاتی اور سننے والوں کی آنکھیں بھی بھیگ جاتیں۔

وفات سے ایک ہفتہ قبل ۹ر شوال ۱۴۳۸ھ بروز پیر بعد نمازِ مغرب برادر بزرگوار حضرت مولانا

مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری کی معیت میں مظاہر علوم سہارن پور میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ضعف وکمزوری کے باوجود بڑے تپاک سے ملے، مختلف نصیحتیں فرمائیں، بڑے دلچسپ انداز میں اپنے اساتذہ اور حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے واقعات ذکر کیے۔ حسن اتفاق کہ احقر نے اس مجلس کی گفتگو کو ٹیپ کرلیا، جس کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

فرمایا: ''تمہارے نانا کی برکتیں بھی عجیب تھیں، میں گزر رہا تھا گجرات میں ایک گاؤں سے، وہاں کے آدھے لوگ حضرت سے مرید ہوگئے؛ سب سنی ہیں، اور دوسرے آدھے نہیں مرید ہوئے؛ سب بدعتی رہے۔ عجیب بات تھی جتنے مخالف تھے کانگریس کے حضرت کے حق میں سب ٹھیک تھے۔ حضرت میں کیا خوبی تھی؛ کیوں نہیں بولتا تھا کوئی؟ یہ ان کا اخلاص تھا۔ یہ سب باتیں ابا سے میں نے صراحتاً سنی ہیں۔

ہمارے ماموں تو حضرت کے اتنے معتقد تھے کہ جب آپ جیل چلے گئے تو بہت متأثر ہوئے اور کہنے لگے ''انگریز لوگ ڈبہ میں بند کرکے حضرت کو بھیج دیئے'' ایک دن ماموں نے کہا: ''جانت ہے کاہے مولانا مدنی کو مولانا مدنی کہت ہیں، اٹھارہ سال اپنی ڈاڑھی سے حضور کی قبر کا جھاڑو دہن ہیں''۔ پتہ نہیں کہاں سے سنا ہوگا؟ ہم چھوٹے چھوٹے تھے۔ اتنا معتقد حضرت مدنی کے کہ کوئی حد نہیں۔ یہ بھی حضرت کی برکت تھی کہ سب اختلافات حضرت پر آکر آخیر میں ختم ہوگئے تھے۔ نہ وہاں لیگ کا جھگڑا تھا نہ کانگریس کا مولانا مدنی جدھر ہیں وہی ٹھیک ہے۔

فرمایا: تیرے نانا میں وہ خوبی تھی کہ جس کی وجہ سے دنیا اُن کو مانتی تھی، حد سے زیادہ اخلاص ان کے اندر پایا جاتا تھا۔ کسی سکھ کی طرف سے کان پور میں ایک شکایت ہوئی مولانا مدنی کی کہ یہ نماز فجر کی قنوت میں ''والسک والمشرکین'' کہتے ہیں تو کلکٹر نے کہہ دیا وہ فوق القانون ہیں، مطلب یہ کہ سب ڈرتے تھے اُن سے، وہاں کسی کی چلتی ہی نہیں تھی؛ کیوں کہ سب نے دیکھا اور سنا تھا کہ انگریز فوج کے سامنے اسٹیج پر شیروانی کا گریبان کھول کر کون چڑھا تھا؟

ان کی قوتِ باطنیہ بہت زیادہ قوی تھی، کوئی سر نہیں اُٹھاتا تھا۔ انوار کریم کہتے تھے کہ حضرت کی گاڑی میرٹھ میں فسادیوں نے گھیر لی۔ حضرت مراقب تھے، کسی نے کہا حضرت گاڑی گھر گئی ہے۔ فرمایا ''آئیں'' پھر کسی نے کہا: حضرت لوگوں نے گاڑی کا گھیراؤ کرلیا ہے۔ تو انوار کے الفاظ ہیں: حضرت نے دروازہ کھولا اور فرمایا: ''میں ہوں حسین احمد، آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ یہ کہنا تھا کہ سب بھاگ گئے''۔

فرمایا: میں نے ایک مرتبہ حضرت اقدس شیخ سے پوچھا کہ حضرت اقدس تھانویؒ اور حضرت اقدس مدنیؒ میں کیسا اختلاف تھا؟ فرمایا: اُن بزرگوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا، چھٹ بھیوں نے اڑا رکھا تھا۔ حقیقت

یہی تھی۔ کسی نے حضرت اقدس تھانویؒ کے ایک مرید کے بارے میں لکھا کہ ان کی کتاب نہیں چلی۔ حضرت مدنی نے جواباً لکھا: ''انھوں نے اپنے پیر حضرت اقدس تھانویؒ کی بے ادبی کی ہے، یہ اس کا نتیجہ ہے''۔

فرمایا: حضرت بہت محقق آدمی تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت برکت رکھی تھی۔ یہ خاص چیز تھی حضرت اقدس مدنی اور حضرت اقدس رائے پوریؒ میں اس آخری زمانہ میں، بس ان دو بزرگوں پر اختتام ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان میں نفس نہیں تھا۔ اس کی پہچان کیا ہے؟ اُن کے یہاں یہ نہیں تھا کہ سلمان آیا تو رعایت کر دی، عفان آیا تو رعایت کر دی، دوسرا گیا تو نہیں کی، یہ انھیں دو بزرگوں کی خصوصیت تھی۔ خاندان واندان کی رعایت کچھ نہیں جو سچی اور صحیح بات تھی وہ کہہ دی۔

فرمایا: سال کے اخیر تک جب تک حضرت بول سکتے تھے خود ہی عبارت پڑھتے تھے، شیخ فرماتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے کہ قسطلانی سے متن پڑھتے تھے اور مسلسل پڑھتے چلے جاتے تھے۔ قسطلانی کی تخصیص کیوں کی تھی؟ حضرت کی رائے یہ تھی کہ یہ دونوں شرحوں ''عمدۃ القاری'' اور ''فتح الباری'' کے اصل مضمون کا اجتماع ہے۔ یہ کیسے راز معلوم ہوا؟ شیخ نے پوچھا تھا حضرت مدنی سے جب کہ آپ نوعمر تھے اور تدریس بخاری کا آغاز تھا، تو حضرت مدنی نے یہ سبب بتایا تھا، میں نے زبانی یہ لفظ حضرت شیخ سے سنا ہے۔ پھر ہنستے ہوئے فرمایا: ''جانا لائق! میں نے یہ راز کھول دیا۔''

بچوں کی تربیت

بھائی صاحب (مفتی محمد سلمان صاحب) نے عرض کیا: '''حضرت! ان بچوں کے لیے دعا فرما دیجیے (ساتھ میں بھائی صاحب کے دو فرزند حافظ محمد عمر سلمہ، حافظ محمد عدی سلمہ اور فقیر زادہ محمد ہشام سلمہ تھے)

فرمایا: سختی، بالکل مت کرنا اور غفلت بھی نہ کرنا۔ تعلیم کے باب میں ہماری نانی صبح جیسے ہی ہمیں دیکھتیں بڑے زور سے کہتیں ''مدرسہ جاؤ''۔ باپ تو کرے نرمی اور ماں کرے سختی یا اس کا الٹا ہو۔ جیسے حافظ عبدالحئی علیہ الرحمہ گھر والے چھوٹا کمپنی کو ڈراتے تب کہتے ''اَبا آوت ہیں'' یہ لفظ سنتے ہی پورا گھرانا ٹوٹ پڑتا تھا اُن پر، اُن کا رعب بے انتہاء تھا، اُن کا ہر نواسہ نواسی، پوتا، پوتی، نیز بیٹا، بیٹی سب سات سال میں حافظ ہو گئے، صرف دو بچے تھے جو گیارہ سال میں ہوئے۔ یہ کمال ہی تھا معلوم نہیں کہاں سے وہ درک فرما لیتے تھے کہ اس کے لیے تسہیل کا کیا طریقہ ہے۔ دیگر حافظ جی صاحبان کی طرح زیادہ نہیں مارتے تھے۔ میں نے اُن سے قاعدہ بغدادی پڑھا تھا، دو دن سبق نہیں سنایا جو سبق نہیں سناتا تھا پیٹا جاتا تھا۔ میں چھ سال کا تھا، فرمایا: ہاتھ پھیلاؤ، دوسرا پھیلاؤ بس ایسے مارا کہ ہاتھ گرم ہو گیا۔ اور گرم ہو کے ٹھنڈا ہو گیا۔ یعنی بچہ کو احساس تو ہو جاتا تھا مار کا؛ لیکن وہ احساس باقی نہیں رہتا تھا، نشان وغیرہ تو پڑتا ہی نہیں تھا۔

یہ تمہارے نانا جان سے بیعت تھے، اور بہت آگے نکل گئے تھے۔ جب جنازہ اُٹھا تو لوگوں کا ہجوم بے حساب تھا، بانس پہ بانس باندھے جارہے تھے اور لوگوں کو کاندھا نہیں مل پا رہا تھا۔

حضرت کا یہ جملہ تھا کہ ''میں پتھر کو بھی پڑھا دوں'' پورا علاقہ حافظ ہو گیا تھا اور پورا علاقہ اُمڈ پڑا تھا۔ ہم لوگ نہیں گئے، اگر جاتے تو کچل جاتے، ایسی زبردست برکت دی تھی۔ لیکن تمہارے نانا کی برکت کیا تھی؟ یہ بہت بڑے عامل بھی تھے حافظ عبدالحئی، کوئی کیس بھی ناکام نہیں ہوا سحر کا ہو یا جن کا؛ لیکن مولانا حسین احمد مدنی کے دست مبارک میں ہاتھ دیا اور فوراً سب چھوڑ دیا۔ جنوں کی جماعت سے عہد لیا جو اُن کے قبضے میں تھے، نیک بچوں کو نہ ستانا قسم لی اور انھیں چھوڑ دیا۔

بصیرتِ علمی

حضرت شیخ کے ناصحانہ جملے بڑے نپے تلے اور جامع ہوا کرتے تھے، زبان بڑی شستہ وشائستہ اور انداز بڑا دل پذیر تھا، حافظہ تو غضب کا تھا، مختلف کتابوں کی عربی عبارات ازبر تھیں، استشہاد کے طور پر کوئی عبارت پیش کرتے، تو ایسا محسوس ہوتا جیسے کتاب سامنے ہو یا ابھی دیکھ کر آئے ہوں، عربی زبان کا بھی بآسانی تکلم فرماتے اور اپنے عرب شاگردوں اور استفادہ کرنے والے علماء کو دیر تک عربی زبان میں سمجھاتے رہتے۔

فن حدیث تو آپ کا میدان تھا ہی؛ لیکن فقہ وفتاویٰ تفسیر واُصول تفسیر اور دیگر علوم شرعیہ میں بھی آپ کو رسوخ وکمال حاصل تھا۔ حدیث وفقہ، تفسیر وسیرت کے سلسلہ میں مختلف علمی سوالات کے جو بصیرت افروز تحقیقی جوابات آپ نے قلمبند فرمائے ہیں، اس سے آپ کے وسعت علمی، تبحر اور عمق کا اندازہ ہوتا ہے۔ خود فرماتے تھے کہ جب میں شرح وقایہ پڑھاتا تھا جو تدریس کا دوسرا سال تھا، جب سے میں نے جوابات لکھنے شروع کیے ہیں۔ علمی جوابات کا یہ ذخیرہ ''نوادر الحدیث'' اور ''نوادر فقہ'' اور ''الیواقیت الغالیۃ'' کی شکل میں مرتب ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے، جسے مولانا محمد ایوب سورتی اور مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی نے حضرت ہی کی ایماء پر مرتب فرمایا ہے۔

آخری ملاقات میں حضرت شیخ نے برادر محترم مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری سے غالباً اسی مجموعہ کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''میرے فتاویٰ ایک بار دیکھ ڈالنا اگر زندگی میں کوئی کمی سامنے آجائے گی تو اُس کو ممکن حد تک صحیح کیا جاسکتا ہے۔'' یہ آپ کی تواضع اور کسر شان نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی ضمن میں دوسری تحریرات کے سلسلہ میں فرمایا: ''تراجم پر جو لکھا گیا وہ مذہب نہیں ہے یعنی ہم نے کسی مذہب کی اس میں رعایت نہیں کی، کتاب کے اندر جو کچھ ہے بس اس کی ایضاح وتفصیل ہے؛ تاکہ پڑھتے وقت الجھن طاری نہ ہو۔ اس بات کو سامنے رکھنا کہ حنفیت کی رعایت نہیں کی فلاں کی نہیں کی،

درست نہیں، کسی کی بھی نہیں کی، ہم نے صرف مؤلف کی رعایت کی ہے۔

پھر فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کے بارے میں جو تفصیل لانی چاہئے تھی با قاعدہ طریقہ پر لائی گئی ہے؛ تاکہ تم جیسے بدعتی صوفیوں اور نالائقوں کی تردید ہوجائے''۔

یہ کہہ کر مسکرائے اور فرمایا: ''تم لوگ تو بدعتی نہیں ہو، یہ تو مزہ لینے کے لیے خواہ مخواہ کی چٹنی لگادی'' پھر بڑے درد کے ساتھ فرمایا: ''تمہارے نانا جان کی کوئی اُولاد بدعتی نہیں ہے، وہ تو جہاں سے گزر جاتے تھے بدعت کا خاتمہ ہوجاتا تھا''۔

تواضعانہ شان

ہم تو یہ سوچ کر گئے تھے کہ اگر حضرت شیخ سے فقط زیارت وملاقات اور مصافحہ ہوجائے گا تو بھی کافی ہوگا اور جانے کے بعد شروع میں لگ بھی ایسا ہی رہا تھا، ہم جب حجرے میں داخل ہوئے، تو آپ مصلیٰ پر تشریف فرما تھے، اور نوافل میں مشغول تھے، اور قریب میں بیٹھے ہوئے خادم پنکھا جھل رہے تھے۔ تقریباً دس منٹ تک ہم خاموش بیٹھے دیکھتے رہے، اس کے بعد آپ نے پوچھا کون ہے؟ تب تعارف ہوا۔ رفتہ رفتہ بشاشت آئی اور پھر سلسلہ کلام کافی دراز ہوگیا۔

اخیر میں رخصت کرتے وقت خلافِ معمول فرمایا: ''کبھی ڈانٹا کہا سنا ہو معاف کرنا، معاملہ صاف ہونا چاہئے، میں چاہتا ہوں ایسے جاؤں کہ کسی کا مطالبہ میرے سر نہ رہے''۔

کیا معلوم تھا کہ حضرت اب محض ایک ہفتہ کے مہمان ہیں، اور یہ وہ آخری جملے ہیں جو آپ کی مبارک زبان سے سنے جارہے ہیں۔

اللہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی قبر کو بقعۂ نور بنائے اور اُمتِ مسلمہ خاص طور پر مظاہر علوم کو آپ کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، جو دنیا کے لیے نہیں جیتے؛ بل کہ آخرت کے لیے جینے کا ہنر جانتے ہیں، دنیا کی ساری دولتیں آپ کے قدموں میں تھیں؛ لیکن اس کی طرف التفات ذرہ برابر بھی محسوس نہیں ہوتا تھا، سہارن پور میں جو ذاتی مکان تھا اُس میں رہنے کی نوبت بھی نہ آئی اور اُسے مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے نام وقف کردیا، اور ذمہ دارانِ مدرسہ نے بھی اس کی ایسی قدردانی کی کہ اس میں ''مدرسۃ الشیخ یونس لتحفیظ القرآن الکریم'' کے نام سے حفظ قرآن کا ایک شعبہ قائم فرمادیا، جس نے شیخ مرحوم کے لیے صدقات جاریہ میں ایک عظیم نام کا اضافہ کردیا۔

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً. وأسکنہ فسیح جنانہ مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین، وحسن أولٰئک رفیقًا.